

امام مہدی کا عقیدہ

اور

موردی صاحب

طلوع اسلام میں ایک عرصے سے بتایا جا رہا ہے کہ ظہور مہدی کا عقیدہ غیر قرآنی ہے۔ اس ضمن میں ان روایات کی حقیقت بھی واضح کی گئی ہے جن پر اس عقیدہ کی بنیاد ہے۔ اور واضح دلائل سے بتایا گیا ہے کہ خود نقد احادیث کے اعتبار سے بھی یہ روایات بڑی کمزور ہیں۔ طلوع اسلام کی اس تنقید پر روایات پرست طبقہ کے چاروں اطراف سے سبوشتم کی بوجھار شروع ہو گئی اور اسے منکر و مرثیہ اور کافر کہا گیا۔ لیکن اس طرفان کے محض جانے کے بعد حقیقت نکلا رہا ہے کہ ان تو اور خود موردی صاحب بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ روایات نہ کمزور ہیں بلکہ عقیدہ صحیح ہیں۔ چنانچہ انھوں نے تحقیقاتی عدالت کے منہ نکلتے جواب حال ہی میں دہلے جس میں وہ کہتے ہیں کہ مہدی کے ظہور کی نوعیت مسیح کے مسند سے بہت مختلف ہے۔ اس مسئلہ میں دو قسم کی احادیث پائی جاتی ہیں۔ ایک وہ جن میں لفظ مہدی کی تصریح ہے۔ دوسری وہ جن میں صرف ایک ایسے عقیدہ کی خبر دی گئی ہے جو آخری زمانہ میں پیدا ہو گا اور اسلام کو غالب کر دے گا۔ ان دونوں قسم کی روایات میں سے کسی ایک کا بھی یہ لحاظ سند یہ پایہ نہیں ہے کہ امام بخاری کے معیار تنقید پر لا کر دے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے مجموعہ حدیث میں کسی کو بھی درج نہیں کیا۔ مسلم نے صرف ایک روایت لی ہے جو لفظ مہدی سے خالی ہے۔ دوسری کتاب میں مقتدر روایات موجود ہیں ان روایات میں سند سے قطع نظر کرتے ہوئے کمزور کے متعدد پہلو ہیں۔

(زمانے وقت ۵ مئی ۱۹۸۲ء)

شکر ہے کہ طلوع اسلام کی تنقیدات کا اتنا اثر تو ہوا۔ حالانکہ اس سے پہلے خود موردی صاحب امام مہدی کی آمد کے قائل تھے اور ان روایات کو صحیح سمجھتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے مقالہ تجدید و احیائے دین میں لکھا تھا کہ

مجدد کائنات کا مقام ابھی تک خالی ہے مگر عقل چاہتی ہے، فطرت مطالبہ کرتی ہے اور دنیا کے حالات کی رفتار سے معنی ہے کہ ایسا اندر بڑا آواز فوہاں رہیں پیدا ہونا کی ہزار گدھن کے بعد پڑا ہو۔ اسی لہذا کہ امام المہدی ہے جس کے بارہ میں صاف پیشین گوئیاں نبی مسلم کے کلام میں موجود ہیں۔ (ترجمان القرآن بابۃ دسبر سنہ ۱۳۸۲ و جنوری سنہ ۱۳۸۳ء)

فور فرمایا آپ نے اس وقت ارشاد تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں امام مہدی کے متعلق صاف پیشین گوئیاں موجود ہیں اور اس لئے موردی صاحب کا عقیدہ تھاکہ عقل چاہتی ہے، فطرت مطالبہ کرتی ہے اور دنیا کے حالات کی رفتار سے معنی ہے کہ امام مہدی پیدا ہوں اور اب یہ ارشاد ہے کہ ان پیشین گوئیوں کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔ مندرجہ صدر اقتباس کے حاشیہ میں موردی صاحب

نے لکھا تھا کہ

اگرچہ یہ پیشین گوئی ان مسلم ترمذی، ابن ماجہ، مستدرک وغیرہ کتابوں میں کثرت کے ساتھ موجود ہیں مگر یہاں اس روایت کا نقل کرنا قانونی و فحالی
ذہم کا حشر شاہی نے موافقات میں اور مولانا اسماعیل شہید نے منصب امامت میں نقل کی ہے۔ (ایضاً)
اس کے بعد خود بھی اس روایت کو نقل کیا ہے اور اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

میں نہیں کہہ سکتا، سادہ کے اعتبار سے اس روایت کا کیا مرتبہ ہے مگر مثلاً یہ ان تمام روایات سے مطابقت رکھتی ہے جو اس مسمیٰ میں
نامد ہوئی ہیں۔ (ایضاً)

یعنی اس وقت مودودی صاحب کے نزدیک نہ صرف مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، مستدرک وغیرہ کی کثرت روایات ہی صحیح اور قوی تھیں
بلکہ انہوں نے مودی کے متعلق ایک ایسی روایت جس کی سند کے متعلق انہیں شبہ تھا، بھی اس لئے قابل قبول تھی کہ وہ روایت دوسری روایات
کے ساتھ مطابقت رکھتی تھی۔

اور آج ہی مودودی صاحب ہیں جو فرماتے ہیں کہ ان کتابوں میں ظہور مہدی کے متعلق جو روایات ہیں وہ نہ صرف سند کے اعتبار
سے ہی کمزور ہیں بلکہ ان میں کمزوری کے متعدد پہلو اور بھی ہیں۔

یہ ہے ایک ایسے مشہور عقیدہ کے متعلق ایک ایسے شخص کا تضاد جسے اس کی جماعت صاحبین کا امام مانتی ہے اور جس کے متعلق
مشہور یہ کیا جاتا ہے کہ وہ آج عالم اسلام میں سب سے بڑا عالم ہے۔

آپ شاید حیران ہوں کہ آمد مہدی کے متعلق اس وقت ایسے صاف اقرار اور اب اس قدر کھلے ہوئے
انکار کی وجہ کیا ہے۔ اس کی وجہ بادی تاہل سمجھ میں آجاتی ہے انہوں نے مسئلہ میں عقیدہ ظہور مہدی

کو مٹتی کرنے کے بعد یہ کہا تھا کہ امام مہدی اس انداز کے نہیں ہوں گے جس انداز کے عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں بلکہ

میرا اندازہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے زمانہ میں بائبل جدید ترین طرز کا لٹریچر ہوگا، وقت کے تمام علوم جدید، پراس کو جمہوریت، بصیرت حاصل ہوگی

نہدی کے سارے مسائل ہمہ کردہ خوب سمجھتا ہوگا۔ وہ خالص اسلام کی بنیادوں پر ایک نیا مذہب فکر (school of thought)

پیدا کرے گا۔ ذہنیوں کو پرے گا ایک زبردست تحریک اٹھائے گا جو ایک وقت تہذیبی بھی ہوگا اور سیاسی بھی۔

جاہلیت اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اس کو کچلنے کی کوشش کریگی مگر بالآخر وہ جاہلی اقتدار کو الٹ کر پھینک دیگا اور ایک ایسا زبردست

اسلامی سٹیٹ قائم کرے گا جس میں ایک طرف اسلام کی پوری روح کا رفرار ہوگی اور دوسری طرف سائنس و ترقی اور کمال پر

پہنچ جائے گی۔ (ایضاً ص ۴۵-۴۶)

آپ دیکھیں گے کہ اس میں صرف اس قدر لکھا باقی رہ گیا ہے کہ اس کا نام ابوالاعلیٰ مودودی ہوگا اور وہ آل رسول سے (میں) ہوگا۔ یہ مسئلہ

کی بات تھی جب مودودی صاحب نے جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی ہے اور اپنے ہاتھ پر لوگوں سے تجدید ایمان کی بیعت لی ہے۔ اس وقت

مہدی کا دعویٰ کرنے والے کے متعلق مسلمانوں کا طرز عمل فقط یہ تھا کہ یہ اس کے خلاف مناظرے کیا کرتے تھے۔ یہ طرز عمل بہت

معموم ساتھ لیکن پچھلے سال پنجاب میں مرزا تھوڑے کے خلاف جو کچھ ہوا اس سے انھوں نے محسوس کیا کہ اب جہدی بننا ایسا بے فطرتی ہے
ہذا انھوں نے جہدی کے عقیدہ سے بھی انکار کر دیا اور ان روایات کو بھی ٹھکرا دیا جنھیں وہ اس وقت اس یقین سے پیش کر رہے تھے کہ یہ اس کے
کہ اگر کوئی کہہ دے کہ انکی نیت خود جہدی بننے کی تھی تو کہہ دیا جائے کہ صاحب میں تو جہدی کے آنے کا قائل ہی نہیں۔
غور کیجئے کہ ان لوگوں کی نہ ہی بازی گری کیا کیا کرتے دکھاتی ہے۔

اجماع امت لیکن ایک چیز اور بھی غور طلب ہے۔ مودودی صاحب اپنے اسی بیان میں نزولِ نبی علیہ السلام کے عقیدہ کے ضمن میں کہتے ہیں۔
پہلی صدی ہجری سے آج تک امت کے تمام علماء اور فقہاء اور مفسرین و محدثین کا بھی اس بات پر اجماع ہے کہ مسیح کی بعثت
ثانی کی خبر صحیح ہے۔ اس سلسلہ میں اکابر علماء کے اقوال ملاحظہ کئے جائیں گے۔ صرف مندرجہ اور بعض ایسے ہی دوسرے فرقوں کے
چند لوگوں نے اس کو ختم نبوت کے معانی سمجھ کر رد کیا ہے۔

یعنی مودودی صاحب عقیدہ نزولِ مسیح کی سند یہ بھی مانتے ہیں کہ اس عقیدہ پر پہلی صدی سے آج تک امت کا اتفاق رہا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کیا
عقیدہ جہدی کے متعلق بھی پہلی صدی سے آج تک امت کا اسی قسم کا اتفاق نہیں چلا آ رہا ہے۔ اگر نزولِ مسیح کے متعلق امت کا اتفاق سند
ہو سکتا ہے تو ظہورِ جہدی کے متعلق اسی قسم کا اتفاق مندرکیوں نہیں بن سکتا۔ شاید یہ کہہ دیا جائے کہ مودودی صاحب نزولِ مسیح کے متعلق اجماع
امت کو بطور سند پیش نہیں کرتے بلکہ بطور تائید پیش کرتے ہیں۔ مندان کے نزدیک روایات ہی ہیں۔ لیکن یہ غلط ہے۔ مودودی صاحب کے
نزدیک صرف اتفاقِ امت بھی سند ہوتا ہے چنانچہ وہ تیم پونے کی وراثت کے متعلق لکھتے ہیں کہ

اگر ابھی تک مجھے قرآن و حدیث میں کوئی ایسا معجم حکم نہیں ملا جسے فقہاء کے اس منفقہ فیصلہ کی بنا پر قرار دیا جائے لیکن بچائے خود
بات کہ فقہائے امت سلف و خلف ایک پر ترقی ہیں اس کے آقا و پیغمبر کی ہر اس کے خلاف کوئی رائے دینا مشکل ہے (ترجمان القرآن ص ۱۷۷)

ہذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عقیدہ جہدی کے متعلق روایات مکرر ہی ہیں لیکن جب اس پر امت کا اتفاق چلا آ رہا ہے تو پھر مودودی صاحب
اس عقیدہ سے کیسے انکار کر سکتے ہیں۔

لیکن وہ مصلح ہیں جنھیں ایک مزاج شناس رسولؐ ہی سمجھ سکتا ہے اس کی اختیارات حاصل ہوتے ہیں کہ جب مصلحت سمجھے تو ایک
چیز کو جو دینِ مباحہ اور جب تعارضِ مصلحت اس کے خلاف ہو تو اس کی صاف انکار کر دے۔ جسے اس قسم کی جماعت مل جائے جو ان تمام
باتوں کے باوجود اسے اپنا امیر مانتی رہے وہ دین سے اس قسم کے کھیل کیوں نہ کھیلے۔

علمائے سوال اس ضمن میں ہم تمام غیر احمدی علماء سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ
(۱) اگر عقیدہ جہدی کی تائید میں روایات اس قدر کمزور ہیں تو وہ گزشتہ پچاس برس سے مرزا تھوڑے سے کس
بات پر جھگڑ رہے ہیں ان سے صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ جہدی کے آنے کا عقیدہ ہی غیر اسلامی ہے۔ اور

۳، اگر اس عقیدہ کا مناسبت وہی ہے تو موردی صاحب کے متعلق ان کا کیا فیصلہ ہے جو اس عقیدہ سے انکار کر رہے ہیں۔
حالانکہ اس سے پہلے وہ اس عقیدہ کے خود قائل تھے۔

واضح رہے کہ جمعیت علماء اسلام کے صدر مولانا حفصہ صاحب عثمانی اس سے پہلے فتویٰ دے چکے ہیں کہ موردی صاحب منکر حدیث ہیں
لیکن ان کی جماعت اسے صاف چلی گئی ہے۔

ایک اور انکار | موردی صاحب نے اپنے اس بیان میں جس کا ذکر اوپر آیا ہے اس سوال کے جواب میں کہ ایک اسلامی ملک میں
غیر مسلموں کو اپنے مذہب کی تبلیغ کی اجازت ہوگی یا نہیں کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

اس بات کا چاہنا تک نہیں علم ہے فیضاً یا اثباتاً کوئی احکام نہیں دیئے گئے ہیں نہ اس کی صاف صاف اجازت ہی کا کوئی حکم ہے نہ اس کی
صریح ممانعت باقی جاتی ہے۔ لہذا ہمارے نزدیک ایک اسلامی ریاست کے اہل حل و عقد اسلام کی عمومی پالیسی کو مد نظر رکھتے
ہوئے اس کے متعلق خود ہی مناسب حدود و مخیر کر سکتے ہیں۔ (نوٹ: وقت)

یعنی موردی صاحب نے یہ کہنا کہ اس بار میں خدا یا اس کے رسول یا فقہائے امت میں سے کسی کی طرف سے اس کے حق میں یا اس کے
خلاف کوئی حکم نہیں ملتا۔ لہذا اس معاملہ میں اسلامی ملک کو خود ہی کوئی فیصلہ کرنا ہوگا۔ لیکن اس سے پیشتر موردی صاحب نے اپنی کتاب
”مرتد کی سزا“ میں ایک پورا باب اس عنوان سے باندھا ہے کہ اسلامی مملکت میں تبلیغ کفر کی اجازت ہوگی یا نہیں۔ انہوں نے
اس باب میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ مسلمانوں کو قطعاً اجازت نہیں کہ

وہ خدا کے دین کے بالمقابل کسی دوسرے دین کی دعوت کو پھیلنے کا موقع دیں۔ ایسے کہ ایسا موقع دینے کے سنی لانا یہی کہ دین پروردگار کا پورا اللہ کیلئے
نہ ہونے پاتے اور کسی غلط نظام زندگی کا فتنہ گر بنائی ہو وہ اور زیادہ بڑھ جاتے۔ آخر خدا کے سامنے گواہی کس چیز کی دینگے۔ کیا اس چیز کی پہلی
زبان کفرانی کی صاف کھنٹی تھی جو ان ہم نمرے دین کے مقابل میں ایک فتنہ کو سراٹھانے کا موقع سے آگے ہیں۔ (مرتد کی سزا صفحہ ۱۷)

انہوں نے اپنے اس فیصلہ کی تائید میں پہلے قرآن کی آیتیں پیش کی ہیں اسکے بعد دوسرے محدثین خلافت راشدہ کا طریقہ عمل پیش کیا ہے اور لکھا ہے کہ
ہی صم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں حکومت کی مستقل پالیسی یہی تھی جو اوپر بیان ہوئی ہے (ایضاً صفحہ ۱۸)
اس کے بعد انہوں نے فقہاء کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

میں بھی کہیں کوئی اشارہ تک نہیں ملتا کہ اسلامی حکومت کسی ایسے شخص کو اگر اپنے حدود میں کام کرنے کی اجازت دے سکتی ہے جو
کسی دوسرے مذہب و مسلک کا پیروکار یا پابستار ہو۔ (ایضاً صفحہ ۱۹)

آپ نے دیکھ لیا کہ جس مسئلہ کے متعلق اہل کل تک یہ کہا جا رہا تھا کہ اس میں خدا، اس کے رسول، خلفائے راشدین اور فقہائے امت کا یہ حق اور یقینی
فیصلہ ہے آج اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس کی بابت فیضاً یا اثباتاً کوئی حکم موجود نہیں۔

میں حیرت موردی صاحب پر نہیں حیرت ان لوگوں پر ہے جو اسکے باوجود ایسے شخص کو اپنا امیر بناتے چلے جاتے ہیں۔